قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 29 فروری 2020ء 4 رجب 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 52

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلۡ لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَ لَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِہٖ مَدَدًا ﴿۱۱۰﴾

(الکھف:110)

ترجمہ: کہہ دے کہ اگر سمندر میرے ربّ کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے ربّ کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

فرمانِ رسول ﷺ

یقین سے دعا مانگو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے، تو یقین کے ساتھ دعا مانگے، یہ نہ کہے کہ یا اللہ اگرتو چاہے، تو مجھے دے دے، اس لئے کہ اللہ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

انقطاع اِلی اللہ

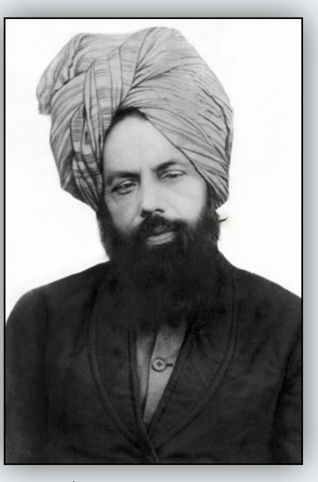

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

''مصائب بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک تو وہ مصائب ہیں جو زیرِ سایۂ شریعت ہوتے ہیں۔انسان احکام کی تعمیل کے لئے انقطاع حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس طرف ہر ایک دنیاوی تعلق میں جو کشش ہے وہ اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔بیوی بچے، دوست دُنیاداری کی رُسوم کے تعلقات چاہتے ہیں کہ ہماری کشش اس پر ایسی ہو کہ وہ ہماری طرف کھنچا چلا آوے اور ہم میں ہی محو رہے۔تعمیلِ احکام کی کشش ان سے انقطاع کا تقاضا کرتی ہے۔ان سب کا چھوڑنا ایک موت کا سامنا ہوتا ہے۔

ہمارا یہ مطلب تو نہیں کہ ان سب کو اس طرح چھوڑے کہ ان سے کوئی تعلق ہی نہ رکھے۔ایک طرف بیوی بیواؤں کی طرح ہو جائے اور بچے یتیموں کی طرح ہو جائیں۔قطع رحم ہو جائے بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ بیوی بچّوں کا پورا تعہد کرے۔اُن کی پرورش پورے طور سے کرے اور حقوق ادا کرے۔صلہ رحم کرے۔لیکن دل اُن میں اور اسباب دنیا میں نہ لگا وے۔دل با یاردست بکار رہے؛ اگرچہ یہ بات بہت نازک ہے مگر یہی سچا انقطاع ہے جس کی مومن کو ضرورت ہے۔وقت پر خدا تعالیٰ کی طرف ایسا آجاوے کہ گویا وہ ان سے کورا ہی تھا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ نے ایک دفعہ سوال کیا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔حضرت علیؓ نے فرمایا ۔ہاں۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس پر بڑا تعجب کیا اور کہا کہ ایک دل میں دو محبتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ وقت مقابلہ پر آپ کس سے محبت کریں گے۔فرمایا اللہ سے۔غرض انقطاع اُن کے دلوں میں مخفی ہوتا ہے اور وقت پر ان کی محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے رہ جاتی ہے۔مولی عبد اللطیف صاحب نے عجیب نمونہ انقطاع کا دکھلایا ۔جب اُنہیں گرفتار کرنے آئے تو لوگوں نے کہا کہ آپ گھر سے ہو آویں۔آپ نے فرمایا کہ میرا اُن سے کیا تعلق ہے۔خدا تعالیٰ سے میرا تعلق ہے سو اُس کا حکم آن پہنچا ہے۔میں جاتا ہوں۔ہر چیز کی اصلیت امتحان کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔اصحابِ رسول اللہ سب کچھ رکھتے تھے۔زن و فرزند اور اموال و اقارب سب کچھ اُن کے موجود تھے۔عزتیں اور کاروبار بھی رکھتے تھے، مگر اُنہوں نے اس طرح شہادت کو قبول کیا کہ گویا شیریں پھل انہیں میسر آگیا۔وہ اللہ تعالیٰ کے لئے موت کو پسند کرتے ایک طرف تعہد حقوقِ عیال و اطفال میں کمال دکھایااور دُوسری طرف ایسا انقطاع کہ گویا وہ بالکل کورے تھے۔یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کے لئے موت کو پسند کرتے کبھی نامردی نہ دکھاتے بلکہ آگے ہی قدم رکھتے۔ایسی محبت سے وہ آنحضرت ﷺ کے قدموں میں جان دیتے تھے کہ بیوی بچوں کو بلا جیسی سمجھتے تھے۔اگر بیوی بچے مزاحم ہوں تو اُن کو دشمن سمجھتے تھے اور یہی معنی انقطاع کے ہیں۔ ''

(ملفوظات جلد چہارم ص 43)

فرمان خلیفہ وقت

اللہ کی طرف جھکنے کی ضرورت

حضرت خلیفۃ ال مسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کس طرح دعاؤں کی طرف کم توجہ دی جاسکتی ہے۔ہم ان لامذہبوں کی طرح نہیں ہیں،یہ تو نہیں کہہ سکتے ہم کہ دعاؤں سے بھی کبھی دنیا فتح کی گئی ہے، کبھی ہونٹ ہلانے سے بھی فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ہم تو یہ کہتے ہیں، بلکہ ہمارا جواب یہی ہونا چاہئے کہ ہاں جب ہونٹ اللہ کا نام لینے کے لئے ہلائے جائیں،جب دل کی آواز ہونٹوں کے ذریعہ سے باہر نکلے اور اللہ سے مد د مانگی جا رہی ہو تو نہ صرف عام فوائد دینی و دنیاوی حاصل ہوتے ہیں بلکہ ایسے لوگوں سے ٹکرانے والے، ایسے اللہ والوں کو تنگ کرنے والے، چاہے وہ لوگ ہوں یا حکومتیں ہوں وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی ہیں، پاش پا ش ہوجاتی ہیں۔ ہمارا خدا تو وہ خداہے جو صمد ہے، بہت اونچی شان والاہے، بہت طاقتوں کا مالک خداہے، وہ مضبوط سہاراہے جس کے ساتھ جب کوئی چمٹ جائے تووہ اس کی پناہ بن جاتاہے۔ وہ ایسا سہاراہے جو اپنے ساتھ چمٹانے کے لئے،ہمیں محفوظ کرنے کے لئے ہمیں آوازیں دے رہاہے کہ میرے بندو خالص ہو کر میرے پاس آؤ، میری پناہ گاہ میں پناہ لو، دشمن تمہارا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔ تو جب ہمارا خدا،ہمارا پیاراخدا،ہمیں اتنی یقین دہانیاں کروارہاہے تو پھر ہم کس طرح اس سے مانگنے، اس کی طرف جھکنے، اس سے دعا کرنے کے مضمون کو چھوڑ سکتے ہیں۔جماعت احمدیہ کو تو جماعتی اور دنیا کے حالات کو دیکھتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔''

(خطبہ جمعہ مورخہ 28نومبر 2003ء)

اس شمارہ میں

- وقف جدید کے اعلیٰ مقاصد
- اردو زبان کی اصلاح کی تحریکات
- حجر اسود کے متعلق سوالات کے جواب
- جامعہ مسجد قرطبہ اور مسجد بشارت پیدروآباد
- سستی کے اسباب اور علاج

دربارِ خلافت

قرآنی احکامات کو اعمال کا حصہ بنائیں

حضرت خلیفۃ ال مسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’پس جیسا کہ میں پہلے بھی ذکر کر آیا ہوں، رمضان شریف کا مہینہ یا قرآنِ کریم کا اس مہینے میں نزول کا اس صورت میں ہمیں فائدہ ہو سکتا ہے یا ہمیں فائدہ دے گا جب ہم اس کے احکامات کو اپنے اعمال کا حصہ بنائیں گے۔ اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں گے۔ اس راستے میں مجاہدہ کریں گے۔ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر بھی ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے، تبھی ہم خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر سکتے ہیں، تبھی ہم قرآنِ کریم کے نازل ہونے کے مقصد کو سمجھنے والے ہو سکتے ہیں۔ پس یہ رمضان جہاں ہمیں مجاہدات کی طرف توجہ دلاتا ہے، (بہت سارے مجاہدات ہیں جو ظاہری طور پر ہم کرتے ہیں جیسے کھانے پینے سے اپنے آپ کو روکنا ہے اور بعض جائز کاموں سے روکنا ہے) وہاں اس بات کی بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ان دنوں میں جب ہم قرآنِ کریم کو سمجھنے کی طرف ایک خاص توجہ دے رہے ہیں تو پھر ان احکامات کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنائیں تا کہ وہ سرسبز شاخیں بن جائیں جن کا آسمان سے تعلق ہوتا ہے، جن کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے، جن کی دعائیں خدا تعالیٰ سنتا ہے۔ اپنے ایمان کی جڑیں مضبوط کریں۔ اپنے اعمال کو وہ سرسبز شاخیں بنائیں جو آسمان تک پہنچتی ہیں تا کہ ہماری دعائیں بھی خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتی چلی جائیں۔ یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں، ان دو تین آیات میں بھی اُن احکامات میں سے چند احکامات بیان ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے چند باتوں کی طرف، چند احکامات کی طرف توجہ دلائی ہے جو خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والے ہیں، تقویٰ پر چلانے والے ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ میں نے ترجمہ میں پڑھ کر سنا دیا تھا ہر ایک پر واضح ہو گیا ہو گا کہ کیا احکامات ہیں۔ یاددہانی کیلئے دوبارہ بتا دیتا ہوں۔ فرمایا کہ سب سے پہلے تو یہ بات یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ پھر فرمایا والدین سے حسنِ سلوک کرنا انتہائی اہم چیز ہے اس کو کبھی نہ بھولو اور بدسلوکی تم پر حرام ہے۔ تیسری بات یہ کہ رزق کی تنگی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ پھر یہ کہ مخفی اور ظاہر ہر قسم کی بے حیائیوں سے بچو، بلکہ اُن کے قریب بھی نہیں جانا۔ پانچویں بات یہ کہ کسی جان کو قتل نہ کرو، سوائے اس کے کہ جسے اللہ نے جائز قرار دے دیا ہو۔ اور اُس کی بھی آگے تفصیلات ہیں کہ کیا، کس طرح جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ۔ ساتویں بات یہ کہ جب یہ لوگ بلوغت کو پہنچ جائیں تو پھر اُن کے مال اُنہیں لوٹا دو۔ پھر کوئی بہانے نہ ہوں۔ آٹھویں بات یہ کہ ماپ تول میں انصاف کرو۔ پھر یہ کہ ہر حالت میں عدل سے کام لو۔ کوئی عزیز داری، کوئی قرابت داری تمہیں عدل سے نہ روکے، انصاف سے نہ روکے۔ دسویں بات یہ کہ اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ جو عہد تم نے کئے ہیں اُن کو پورا کرو۔ اور پھر یہ کہ ہر حالت میں صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی کوشش کرتے چلے جاؤ۔ تو یہ وہ خاص اہم باتیں ہیں اور پھر ان کی جزئیات ہیں۔ ان باتوں پر چل کر انسان تقویٰ کی راہوں پر چلنے والا کہلا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرنے والا کہلا سکتا ہے۔ سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے، بلکہ حکم دیا کہ ایسی بات کبھی تم سے سرزدنہ ہو۔ تم پر یہ حرام ہے کہ خدا تعالیٰ کا شریک کسی کو ٹھہراؤ۔ اُس ہستی کے ساتھ تم شریک ٹھہراؤ جو تمہارا رب ہے، جو تمہارا پیدا کرنے والا ہے، جو تمہاری دماغی، جسمانی، مادّی، روحانی صلاحیتوں کی پرورش کرنے والا ہے، جو تمام نعمتوں کو مہیا کرنے والا ہے۔ پس کون عقلمند ہے جو ایسی طاقتوں کے مالک خدا اور ایسی نعمتیں مہیا کرنے والے خدا کا کسی کو شریک بنائے۔ لیکن لوگ سمجھتے نہیں اور شریک بناتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 26جولائی 2013ء)

میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے

جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے
شاید کہ یہ آغوشِ جدائی میں پلا ہے

غم دے کے کسے فکرمریض شب غم ہے
یہ کون ہے جو درد میں رس گھول رہا ہے

یہ کس نے مرے درد کو جینے کی طلب دی
دل کس کے لئے عمرِ خضر مانگ رہا ہے

کیا تم کو خبر ہے رہِ مولا کے اسیرو!
تم سے مجھے اک رشتہء جاں سب سے سوا ہے

تم نے مری جلوت میں نئے رنگ بھرے ہیں
تم نے مری تنہائیوں میں ساتھ دیا ہے

تم چاندنی راتوں میں مرے پاس رہے ہو
تم سے ہی مری نقرئی صبحوں میں ضیاء ہے

کس دن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روزِ قیامت ہے! کہ اک حشر بپا ہے

یادوں کے مسافر ہو تمناؤں کے پیکر
بھر دیتے ہو دل، پھر بھی وہی ایک خلا ہے

سینے سے لگا لینے کی حسرت نہیں مٹتی
پہلو میں بٹھانے کی تڑپ حد سے سوا ہے

یا ربّ! یہ گدا تیرے ہی در کا ہے سوالی
جو دان ملا تیری ہی چوکھٹ سے ملا ہے

گم گشتہ اسیرانِ رہِ مولا کی خاطر
مدت سے فقیر ایک دعا مانگ رہا ہے

جس رہ میں وہ کھوئے گئے اُس رہ پہ گدا ایک
کشکول لئے چلتا ہے لب پہ یہ صدا ہے

خیرات کر اَب اِن کی رہائی مرے آقا!
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں ، تو میرا خدا ، میرا خدا ہے
(کلام طاہر)

محمد افضل متین

وقف جدید کے اعلیٰ مقاصد کے لئے دعاؤں کی تحریک

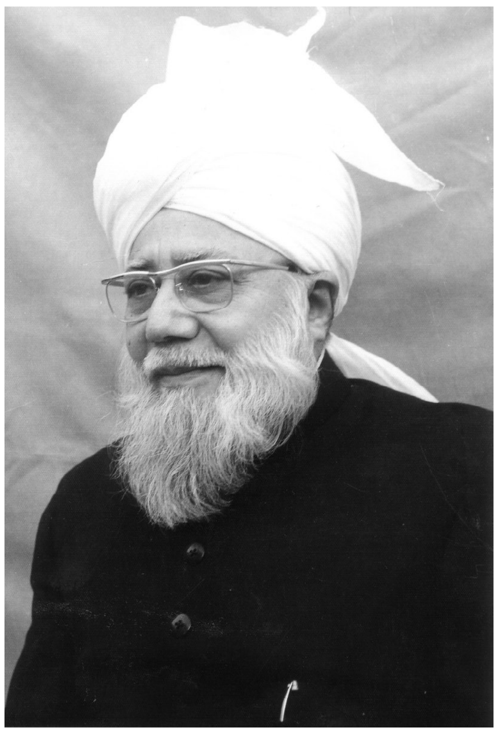

وقف جدید کے عظیم الشان مقاصد حاصل کرنے کیلئے جہاں خلفاءِ احمدیت نے دیگر مطالبات کئے وہاں دعاؤں کی بھی بہت تحریک فرمائی اور خود بھی دعائیں کیں چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں کہ

"وقف جدید کے لئے جو میں نے اب ایک نیا باب کھولا ہے وقف جدید اس کیلئے کوشش کرے اور جماعت کیلئے میں دعا کرتا ہوں اورآپ بھی دعا کریں کہ آپ کو یہ توفیق ملے کہ ہر جماعت اس قسم کے آدمی بھیجے یہ سنت نبویؐ بھی ہے کہ اس قسم کے وفود کو آپؐ تربیت دیا کرتے تھے۔ یہ ہمارا تاریخی ورثہ ہے۔ میں کوئی نئی چیز آپ کے سامنے نہیں رکھ رہا۔ نبی کریم ﷺ کے وقت میں ہر علاقے اور ہر قبیلے کے لوگ آکر دین سیکھتے، قرآن کریم کا علم حاصل کرتے اور واپس جا کر دوسروں کو سکھاتے تھے ہم اسے کیوں بھول گئے؟ بڑے افسوس کی بات ہے۔ بہرحال دنیا کی ضرورت نے مجبور کیا اور یہ چیز نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آگئی ہے اور دعاؤں کے بغیر ہمیں اس کی توفیق نہیں مل سکتی ۔

پس بہت دعائیں کریں کہ اس مہم کو سَر کرنے کی اور پیار اور محبت کے ساتھ دنیا کو آداب اور اخلاق سکھانے کی اور روحانی میدانوں میںآگے بڑھا کر خدا تعالیٰ کے پیار اور اس کی مرضات کو حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ جماعت کو جلد توفیق عطا کرے۔"

(الفضل 28فروری 1976ء)

حضورؒ نے ایک اور خطبہ کے دوران دین کو ساری دنیا پہ غالب آنے کیلئے دعا کرتے ہوئے خداتعالیٰ کے حضور عرض کی کہ

"پس اے خدا! اپنی رحمت کے چشموں سے ہماری بنجر زمین کو سیراب کر،اے خدا! ہمارے ذریعہ سے ان وعدوں کو پورا کر جو تو نے حضرت مسیح موعود کو دیئے تھے اے خدا ہمیں یہ توفیق عطا کر کہ ہم ان قربانیوں کو تیرے حضور پیش کریں جو تو اپنی اس جماعت سے چاہتا ہے اور اے خدا ! ہماری زندگیوں میں وہ دن لا جب ہم یہ دیکھیں کہ تیری توحید دنیا میں قائم ہو چکی ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے اسلام نے تمام ادیانِ باطلہ کو شکست دے دی ہے۔ اے خدا ! تیرے نور سے یہ دنیا بھر جائے اور تیری نورانی تجلّی سے ہمارے سینے منور ہو جائیں۔آمین۔"

(الفضل 4جنوری 1967ء)

حضورؒ نے احباب کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ:

"پس دعائیں کرو اورجو کچھ خدا نے دیا اس پر بس نہ کرو اور تسلی نہ پکڑو بلکہ اپنے رب کریم سے کہو کہ اے ہمارے رب ہمیں اور دے تاکہ تیری نعمتوں کو ہم پہلے سے زیادہ حاصل کر سکیں ہمیں اور دے ہر قدم پر۔نمازوں کے درمیان ہمیں اور دے۔ہر جمعہ کے درمیان ہمیں اور دے۔ سال کے بعد ہمیں اور دے یہاں تک کہ ہم اس امتحان کی دنیا سے نکل کر اس دنیا میں داخل ہو جائیں جہاں تیری حمد کے جلوے توہمارے دلوں میں موجود ہوں گے لیکن وہ دارالامتحان نہیں ہو گا۔ امتحان کا تصور یہ ہے کہ پاس ہونے کا امکان ہے اور فیل ہونے کا بھی امکان ہے لیکن دوسری زندگی میں ترقیات کے امکانات توہیں مگر ناکامی کاکوئی امکان نہیں اس لئے ہم اسے دارالابتلاء یا امتحان کی دنیا نہیں کہہ سکتے وہاں بھی ترقیات ہوں گی۔

حضورؒ نے مزید فرمایاکہ

"اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی ایک بنیاد بھی قائم ہو رہی ہو کہ مزید طاقتیں ملیں گی۔مزید قربانیوں کی توفیق ملے گی ۔ اللہ تعالیٰ کے پہلے سے بھی بڑھ کر فضل نازل ہوں گے اور رحمتیں نازل ہوں گی سب کچھ اس کی منشا او را س کے حکم سے ہوسکتا ہے ۔ہم عاجز بندے عاجزانہ اُسی کے حضور جھکتے اور ہمارے دل کی گہرائیوں سے نکلتا ہے۔اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ،اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، خداتعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول کرے۔"

حضورؒ نے فرمایاکہ

"بہرحال ایک سال گزرا خدا کے فضل سے اور اسکی رحمتوں سے نزول بارش کی طرح اس کی نعمتوں کے نزول کے ہم نے نظارے دیکھے۔ہمارے دل اس کی حمد سے لبریز ہیں اور ہم نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکتے اور کہتے ہیں ۔اِیَّاکَ نَعْبُدُ لیکن ہم ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ تو نے ہمارے دل میں جو آگے ہی آگے بڑھنے کی خواہش پیدا کی ہے اس کیلئے تُو نے ہمیں یہ دعا سکھائی اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہم تجھ سے عاجزانہ دعا کرتے ہیں ۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اے ہمارے خدا تُو ہماری دعا کو قبول کر اور کسی منزل کو ہماری اس دنیوی زندگی میں ہماری آخری منزل نہ بنا دے ۔ہماری آخر ی منزل تو موت کا دن ہے جب اس دنیا سے ہم دوسری دنیا میں داخل ہو جائیں گے۔جب پر دہ نہیں رہے گا کیونکہ تیرے جلوے ظاہر ہو کر،منور ہو کر ،روشن ہو کر اور حجابات سے مبرّا ہو کر ہمارے سامنے آئیں گے ۔اس وقت تک تُو ہماری طاقتوں میں اضافہ کر تا چلا جا اور اپنے فضلوں میں جوہم پر تیری طرف سے نازل ہوں اضافہ کرتا چلا جا۔ہر دن جوہم پر چڑھے پہلے دن سے زیادہ مبارک ہو ۔ ہر جمعہ جو ہماری زندگیوں میں آئے اس میں ہمیں پہلے جمعہ سے زیادہ رحمتوں کے سمیٹنے کی توفیق ملے اور ہر جلسہ جو پہلے جلسہ کے بعد آئے اس میں ہم تیرے فضلوں اور تیری رحمتوں کو زیادہ سے زیادہ دیکھنے والے ہوں۔

حضورؒ نے فرمایاکہ

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ جب وہ انسان کے لئے برکات اور رحمتوں کے سامان پیدا کرتا ہے اور انسان کی عاجز قربانیوں کو قبول کرتا ہے تو وہ لوگ جو زمین کی پستیوں کی طرف جھکنے والے اور آسمانی رفعتوں سے بے خبر ہیں وہ حسد کی آگ بھڑکاتے ہیں اور حسد کی یہ آگ ایک عقلمند مومن کے لئے یہ دلیل مہیا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قربانیوں کو قبول کیا۔

حضورؒ نے ایک خطبہ میں نئے سال کی مبارک دیتے ہوئے احباب کو فرمایاکہ:

"جماعت جس طرح باقی چندوں میں ہمیشہ مسلسل آگے بڑھنے والی رفتار کے ساتھ قربانیاں کرتی چلی آرہی ہے اور اس کی نیک جزائیں اس دنیا میں بھی پاتی ہے اور آخرت پہ اس سے بڑھ کر توقعات رکھتی ہے اسی جذبے کے ساتھ وقفِ جدید کے اس نئے سال میں بھی ہم پہلے سے بڑھ کر قربانیوں میں حصہ لیں گے۔اللہ تعالیٰ یہ نیا سال ساری دنیا کے لئے مبارک کرے۔جماعت احمدیہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ مبارک کرے کیونکہ ساری دنیا کی برکتیں آج جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہیں۔"

حضرت مصلح موعودؓ بھی تحریک وقف جدید کی کامیابی کیلئے احباب کو دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"غرض یہ تحریک خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہی ہے دوست اس کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور ایک دوسرے کو تحریک بھی کرتے رہیں۔قرآن کریم نے مومن کا یہی کام بتایا ہے کہ وہ نیکیوں میں آگے بڑھتا ہے اور جب کوئی پیچھے رہ جائے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ شامل کر لیتا ہے پھر اور آگے بڑھتا ہے اور جو پیچھے رہ جائے اسے پھر اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اس طرح وہ قدم بقدم آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور ساتھ ہی اپنے پیچھے رہ جانے والے بھائیوں کا بھی خیال رکھتا ہے اور ان کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ دنیا میں نیکی ہی نیکی قائم ہو جاتی ہے یہی فَاسْتَبِقُواالْخَیْرَاتِ(البقرہ:149) کے معنے ہیں۔پس اگر ڈیڑھ ہزار سینٹر قائم ہو جائے تو ہمارے ملک کا کوئی گوشہ اصلاح و ارشاد کے دائرہ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ ویسٹ پاکستان کا رقبہ تین لاکھ مربع میل سے زائد ہے اور ایسٹ پاکستان کا 54ہزار مربع میل ہے۔ہماری سکیم ایسی ہے جس کے ماتحت چار چار ، پانچ پانچ مربع میل میں ایک ایک سنٹر قائم ہو جاتا ہے پھر اور ترقی ہو تو دو دو مربع میل میں بھی ایک ایک سنٹر مقرر کیا جا سکتا ہے بلکہ اور ترقی ہو تو ایک ایک میل کے حلقہ میں بھی سنٹر قائم ہو سکتا ہے اور اگر ایک ایک میل میں ہم سنٹر قائم کر دیں تو پھر ہمارے ملک میں کوئی جگہ ایسی باقی نہیں رہتی جہاں خدا اور رسول کی باتیں نہ ہوتی ہوں جہاں قرآن کی تعلیم نہ دی جاتی ہو اور جہاں(دین) کا پیغام نہ پہنچایا جاتا ہو۔

(روزنامہ الفضل 15مارچ 1958ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ایک دعا درج کرتا ہوں حضور نے دعا کرتے ہوئے فرمایاکہ

"اللہ تعالیٰ ہمیں اس لائق بنائے کہ خدا تعالیٰ کے ان فضلوں کے شکر گزار بن سکیں ان سے پوری طرح استفادہ کر سکیں اور وہ انقلاب جو میں فضا میں ظاہر ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں ، جو ہوا میں محسوس کر رہا ہوں میری توقعات سے بھی بڑھ کر تیزی کے ساتھ آئے اور خدا کے فضلوں کی نئی برساتیں لے کر آئے، نئی بہاریں لے کر آئے، نئے نئے پھول گلشن احمد میں کھلتے ہوئے ہم دیکھیں،نئے نئے رنگوں اور خوبصورتیوں کے ساتھ تمام عالم میں ہم ان کو سجائیں اور ان کی خوشبو سے ساری دنیا مہک جائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو ۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے وقف جدید کی خوبیوں اور نتائج کے متعلق فرمایا:۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے جہاں جہاں بھی وفد گئے ہیں وہاں سے خوشکن اطلاعات آنی شروع ہو گئی ہیں مگر کہتے ہیں کہ

"کے آمدی و کے پیر شدی"

جب میں ربوہ سے چلا تھا تو ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ ان مرکزوں کو

قائم کئے ہوا تھا، حالانکہ اصل نتائج سال ڈیڑھ سال کے بعد نکلا کرتے ہیں پس صحیح نتائج تو اگلے جلسے کے بعد ان شاء اللہ نکلنے شروع ہوں گے۔ لیکن اس کے خوشکن آثار ابھی سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں جیسے کہتے ہیں '' ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ''خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک کے آثار بتا رہے ہیں کہ اس کا مستقبل بہت شاندار ہو گا ۔ اس وقت یہ تحریک ایک بچہ کی صورت میں ہے اور بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کے دانت نہیں دیکھے جاتے نہ اس کی داڑھی دیکھی جاتی ہے ، دو تین سال میں اس کے دانت نکلتے ہیں ، پھر وہ چلنا پھرنا سیکھتا ہے اور کہیں اٹھارہ ، بیس سال کے بعد اس کی داڑھی نکلتی ہے اگر پہلے دن ہی اس کی داڑھی تلاش کی جائے تو یہ بیوقوفی ہو گی ۔ اسی طرح وقفِ جدید کے نتائج اور اس کی خوبیوں کا ابھی سے اندازہ نہیں لگا یا جا سکتا ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس وقف جدید کی غیرمعمولی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ اس عرصے میں وقفِ جدید کو غیر معمولی ترقی کی توفیق عطا فرمائی۔ شروع شروع میں یہ تحریک بہت معمولی دکھائی دیتی تھی ۔آغاز بھی غریبانہ تھا اور چال چلن بھی غریبانہ ۔ دیہات کے ساتھ اس کا تعلق تھا اور دیہاتی معلمین جو اس تحریک کے تابع خدمت پرمامور تھے ان کا ماہانہ گزارا بھی بہت ہی معمولی بلکہ اتنا معمولی کہ ایک عام مزدور سے بھی بہت کم تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی قناعت کے ساتھ اور بڑی خوش خلقی کے ساتھ انہوں نے ہر گزارے پر گزارا کیا اور خدمتِ دین میں بہت جلد جلد آگے بڑھنے لگے یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے کے اندر وقفِ جدید کا سالانہ بیعتوں کا ریکارڈ باقی اس قسم کی دوسری تمام انجمنوں کے اداروں یا تحریکات سے آگے نکل گیا اور لمبے عرصے تک وقفِ جدید بیعتیں کروانے کے میدان میں اوّل رہی ۔''

حضورؒ مزید فرماتے ہیں کہ

''چنانچہ وقف جدید بھی ان غریبانہ تحریکوں میں سے ایک ہے جو جماعت احمدیہ میں اسلام کے احیائے نو کی خاطر جاری کی گئیں ۔ حضرت مصلح موعود نے دیہاتی جماعتوں میں ایک روحانی تبدیلی پیدا کرنے کی خاطر اس کی بنیا د رکھی ۔ پس یہ ایک بہت ہی غریبانہ اور درویشانہ سی انجمن ہے جس کا بجٹ بہت معمولی سا ہے لیکن گزشتہ سال اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جہا ں دیگر انجمنوں نے ترقی کی وہاں خداتعالیٰ نے اس غریبانہ انجمن کو بھی نمایاں تر قی کی تو فیق بخشی اور تو قع سے بہت بڑھ کر بجٹ پور ا ہو ا بلکہ جہاں تک مجھے یاد ہے 83ء میں 82ء کی نسبت تین لاکھ روپے زائد وصولی ہوئی جو کہ نسبت کے لحاظ سے ایک بہت نمایاں ترقی ہے اور اس دفعہ بھی 84ء میں وقف جدید کا بجٹ سترہ لاکھ روپے تھا اورجو رپورٹیں آرہی ہیں وہ خدا کے فضل سے بہت خوشکن ہیں اور ان سے یہ اندازہ ہوتاہے کہ یہ بجٹ بھی حسب سابق توقع سے بہت بڑھ کر پورا ہوگا۔ تعجب ہوتاہے کہ ایک طر ف تو(مخالف) جماعت کی آمد کے ذرائع پر ہا تھ ڈا ل رہا ہے ، احمدی ملازمتوں سے سبک دوش کئے جارہے ہیں ، ان کی تجارتوں میں رخنے ڈالے جا رہے ہیں ، ان پر انکم ٹیکس کے جھوٹے مقدمے بنائے جا رہے ہیں ، الغرض کوئی ایک بھی پہلو ایسا نہیں ہے جس سے جماعت کو تنگ نہ کیا جارہا ہو اور جماعت کی اقتصادی حیثیت کو نقصان نہ پہنچایا جا رہا ہو ، مگر اس کے باوجود جماعت ہر جہت سے خدا کی راہ میں مالی قر بانی میں آگے سے آگے قد م بڑھا رہی ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جہاں وقف جدید کے عظیم الشان مقاصد کیلئے ہر قسم کی قربانیوں کی توفیق دے وہاں بہت زیادہ دعاؤں کی بھی توفیق عطا فرمائے۔آمین

******

وقفِ زندگی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

بَلٰی ٭ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ وَ ہُوَ مُحۡسِنٌ فَلَہٗۤ اَجۡرُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ ۪ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: سچ یہ ہے کہ جو بھی اپنا آپ خدا کے سپرد کر دے اور وہ احسان کرنے والا ہوتو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرۃ:113)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے اور یہی وہ غرض ہے جس کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے۔

نیز فرمایا: سچااسلام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو مادام الحیات وقف کر دے تاکہ وہ حیات طیبہ کا وارث ہو۔

اسی طرح آپ دین کی خدمت اور خدا کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی ضرورت واہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔ میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لیے وقف کر دی اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو سونپ دی۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کیوں (مومن دین) کی خدمت کے لیے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لیے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے وقف کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

''اسلام کی حالت اِس وقت پکارتی ہے کہ اس کے لیے ساری زندگی وقف کی جائے اور بہت سے لوگ ہوں جو زندگی وقف کریں یہ ایک ایسا وقت ہے کہ اس وقت تھوڑی خدمت بعد میں بڑی بڑی خدمتوں سے بہت افضل ہو گی۔اسلام مٹ رہا ہے، پس جو لوگ اِس وقت خدمت کریں گے ان کی خدمت زیادہ قابل قدر ہو گی۔ ''

(الفضل یکم اکتوبر 1918ء)

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا: یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ جب اسلام کو سپاہیوں کی ضرورت ہو تو جو شخص طاقت اور اہلیت رکھنے کے باوجود آگے نہیں آتا وہ گنہگار ہے۔ اس لیے جو نوجوان اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہوں اور اس ذمہ واری کو نباہ سکتے ہوں وہ پیش کریں۔ (مطبوعہ الفضل 19 اکتوبر 1943ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا۔

''ویسے تو ہر احمدی کسی نہ کسی رنگ میں واقف بھی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہر احمدی کو کہا ہے کہ وہ ایک واقف کی زندگی گزارے اور آپ نے یہ بڑے زور سے کہا ہے اور بڑے پیار سے کہاہے اور بڑے درد کے ساتھ کہا ہے۔ آپ نے کہا، جب میں نے اپنی زندگی خدا کے لیے وقف کی ہوئی ہے تو جو لوگ میرے ساتھ پیار رکھنے والے ہیں ان کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنی زندگیاں خدا کی راہ میں وقف کریں... پس ہر احمدی مرد اور عورت، لڑکے اور لڑکی کا فرض ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف سمجھتے ہوئے اپنی زندگی کے دن خدا کی رضا کے حصول کی کوشش میں گزارے، لیکن ان واقفین کی جماعت میں ایک طبقہ ایسا ہے جو... جامعہ میں تعلیم حاصل کرتا، اپنے علم کو بڑھاتا اور پھر فارغ التحصیل ہونے کے بعد معمولی سے گزاروں پر ساری عمر خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے اور نبی اکرم ﷺ کی محبت انسان کے دل میں پیدا کرنے کی کوشش میں گزار دیتا ہے۔''

دنیا پیاسی ہے اور اس کی پیاس سوائے احمدیت کے اور کوئی نہیں بجھا سکتا۔ جب تک ہمارے پاس کافی تعداد میں واقفین موجود نہ ہوں اُس وقت تک ہم یہ کام نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں پھر پوچھتا ہوں کہ کہاں ہیں حضرت حاجرہ علیہا السلام کی بہنیں جو اپنے بچوں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کریں اور کہاں ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے وہ بھائی جو دنیا کو چھوڑ کر اور دنیا کی لذت، آرام اور عیش سے منہ موڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف آئیں اور اُس کی خاطر بیابانوں میں اپنی زندگیاں گزارنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کریں۔ (روزنامہ الفضل 4 جولائی 1966ء)

بقیہ از ص 8۔ سستی کے اسباب

سے عارضی چستی کے بعد بار بار سستی پیدا ہوتی ہے ۔ نتیجتاً بار بار محرکات کی ضرور ت پڑا کرتی ہے۔

سستی کا انجام

کاہلی کے نتیجہ میں کاہل انسان اپنے قیمتی وقت کا بیشتر حصہ ضائع کر دیتا ہے اور یوں اپنا اور اپنے خاندان کا مستقبل تاریک کر کے ہمیشہ کف افسوس ملتا ہے۔

سستی کا علاج

سب سے اول و اہم علاج یہ ہے کہ اس اندر کے انسان کو جگایا جائے جو تمام سستیوں کا دافع ہے۔ مگر اس کو جگانا انسان کے بس میں نہیں۔

ع

تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار

اسے جگانے کے لئے خدا سے مدد مانگنا بے حد ضروری ہے۔اس کا حل سورہ فاتحہ میں ... ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ راہ مستقیم پر چلنے والے اور انعام یافتہ گروہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مانگی جائے اور مغضوب اور بھٹکے ہوئے کاہل الوجود لوگوں کی راہ سے بچنے کی استدعا کی جائے۔ یہ مسنون دعا ...

(اے اللہ! میں تجھ سے کسل مندی و سستی سے پناہ مانگتا ہوں)

بکثرت پڑھیں۔ اس سے اندر کا انسان جاگتا ہے۔

لاحول ...بھی سستی دور کرنے کا مؤثر علاج ہے۔ درود شریف و استغفار کی کثرت سستی کے ازالہ میں مؤثر ہے۔ زندگی کے بعض اعلیٰ مقاصد متعین کیے جائیں۔ ان کے حصول کے لئے منصوبہ بندی کی جائے اور محاسبہ کیا جائے کہ ان کے حصول میں کہاں تک کامیابی ہوئی ۔یہ سستی دور کرنے کا اہم گر ہے۔ نیک ترقی یافتہ اچھے و فعال لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے ۔ جائز و حلال ذرائع سے روزی کمائی جائے۔ دینی کاموں کو دنیوی کاموں پر ترجیح دی جائے تو اس سے خدا تعالیٰ دنیوی منازل آسان کر دیتا ہے۔ بعض مشکل و Bore کاموں سے طبعاً اکتاہٹ کے سبب سستی واقع ہوتی ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ کام دعا کر کے شروع کر لیا جائے خود ہی دلچسپی پیدا ہو جائے گی اور سستی رفع ہوجائے گی۔

کوک، چائے ، کافی ، کیفین ، (جوہر کافی)وقتی چستی پیدا کرتی ہیں مگر اس کے بعد سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا زیادہ استعمال مضر ہے۔

سستی کے غلبہ کے وقت ٹہلنا ، تازہ ہوا لینا، منہ پر تازہ یا ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنا یا غسل کرنا، کولڈ باتھ، سٹیم باتھ سستی کا مؤثر علاج ہیں۔ کم خوری سستی کا قدرتی علاج ہے۔ اسی طرح ہلکے پھلکے سادہ سنگل زود ہضم قدرتی کھانے سستی سے بچاتے ہیں۔ سبزیاں، پھل، دالیں مع چھلکا کا استعمال مفید ہے۔ مغزیات مثلاً بادام، چلغوزہ، پستہ، اخروٹ، کشمش، کھجور، سویا بین ذہنی چستی پیدا کرتے ہیں ۔ مچھلی کا گوشت، چوزے کی یخنی، بکرے کا دماغ یعنی بھیجا انڈا دماغی چستی پیدا کرتے ہیں ۔ ایسی سستی جو جسم میں ضروری اجزاء کی کمی کے نتیجہ میں پیدا ہو کا علاج ضروری اجزاء و حیاتین کے استعمال سے دور ہو سکتاہے۔ مثلاً (ڈاکٹری مشورہ سے) ملٹی وٹامنز مع معدنیات وٹامن بی کمپونڈ یا بی کمپلیکس Multi Vitamins+Minerals Vitamin B Compound or-Vitamin B Complex یا حسبِ ضرورت وٹامن اے ڈی کا استعمال مفید رہتا ہے۔ اسی طرح کیپسول سویا لیسی تھین Cap. Soya Lecithin or جنگو بائی لوبا، جنسنگ Ginkgo Biloba, Ginseng ذہنی چستی پیدا کرنے کا قدرتی و مفید علاج ہے۔ اس سے یاد داشت اور ذہنی استعدادکار میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ بائیو ہومیو ادویات میں (Five Phos) کا استعمال ذہنی سبک رفتاری پیدا کرتا ہے۔ دماغی کام کرنے والوں، زیادہ بیٹھ کر کام کرنے والوں ، مصالحہ دار، نشہ آور اشیاء استعمال کرنے والوں، راتوں کو زیادہ جاگنے والوں کے لئے، رات کونکس وامیکا ، صبح کو سلفر سستی کے ازالہ کا مؤثر علاج ہے۔

رات Nux Vomica 200

صبح Sulpher 200

******

جب کوئی زبان اپنی نشوونما کی ابتدائی منازل عبور کر کے اس حد بلوغت تک پہنچ جاتی ہے کہ اسے تخلیقی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکے تو ارباب ذوق خالقین ادب اس زبان کے خد و خال اور حسن و جمال، معیار لسان، فصاحت اور بلاغت کو مزید نکھارنے اور سنوارنے کے لیے ارادی اور غیرارادی، اجتماعی اور بسااوقات انفرادی سطح پر زبان و بیان کی اصلاح کا آغاز کرتے ہیں۔

اس اصلاح کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ بعض الفاظ اور تراکیب کو تخلیقی مقاصد کے لیے ناکارہ قرار دے کر ترک کر دیا جاتا ہے۔ ایسے الفاظ کو اصطلاح میں متروک الفاظ کہتے ہیں۔ الفاظ کا متروک قرار پانا ایک طویل امر ہے۔ آغاز میں جو الفاظ شعراء اور ادباء ترک کرتے ہیں عوام انہیں استعمال کرتے رہتے ہیں البتہ ایک مدت کے بعد معاشرہ خود بخود ان الفاظ سے غیرمانوس ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسی طرح اس اصلاح کے ذریعہ بعض رجحانات کا قلع قمع کیا جاتا ہے۔ یہ رجحانات عموماً معاشرہ پر منفی رنگ میں اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ مثلاً اردو میں اصلاح زبان کی تحریک کا سبب ایہام گوئی کو قرار دیا جاتا ہے۔ ایہام عربی زبان کا لفظ ہے یعنی وہم میں ڈالنا۔ اصطلاح میں ایہام گوئی سے مراد یہ ہے کہ شعر میں ایسا لفظ لایا جائے جس کے دو معنے ہوں، ایک معنی اس مقام کے قریب ہوں اور دوسرے بعید لیکن شاعر معنی بعید مراد لے۔ مومن کا یہ شعر ایہام گوئی کی عمدہ مثال ہے:

شب جو مسجد میں جا پھنسے مومن
رات کاٹی خدا خدا کر کے

غرض اسی طرح بعض الفاظ و تراکیب اور رجحانات کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھال کر اپنانے یا رد کر دینے کا نام اصلاح زبان ہے۔ اردو زبان سے منسلک ادباء کو جب یہ احساس ہوا کہ اب یہ زبان اس حد بلوغت تک پہنچ گئی ہے کہ اسے اعلیٰ تخلیقی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے تو اس وقت ان کے پیش نظر تین اسالیب تھے: (1) غزل کا دکنی اسلوب (2) نستعلیق فارسی کا طرز (3) دہلی کے گلی کوچوں کی زبان۔ زبان کو فصاحت عطا کرنے کے لیے فارسی کا نستعلیق طرز یقیناً فطری انتخاب تھا۔ ایہام گوئی سے اکتائے اس وقت کے اردو شعراء نے آخر رد عمل کے طور پر زبان میں فصاحت پیدا کرنے کے لیے فارسی طرز کا انتخاب ہی کیوں کیا؟ ڈاکٹر جمیل جالبی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

اس تحریک کے شعراء نے احساس، جذبہ اور خیال کو اپنی شاعری میں ایک ایسی شکل دی کہ نئے شعراء نے اس روایت کو اپنا کر اسے مکمل کر دیا۔ ردعمل کی تحریک نے تخلیقی سطح پر فارسی اثرات کو عام بول چال کی زبان میں جذب کر کے ایک ایسی صورت دے دی جس سے اردو زبان کے خدوخال متعین ہوگئے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اردو نے شعوری طور پر ہندی زبان کے اثرات اور الفاظ کو خارج کیا، یہ بھول جاتے ہیں کہ جب ایک زبان بولی کی سطح سے ادبی سطح پر آتی ہے تو وہ اس غالب زبان سے دل کھول کر استفادہ کرتی ہے جس کی جگہ وہ لینے والی ہے۔ چوسر کے زمانہ میں انگریزی زبان کے ساتھ بھی یہی عمل ہوا تھا اور اس نے بھی غالب فرانسیسی زبان سے نہ صرف دل کھول کر استفادہ کیا تھا بلکہ اس کی روح کو، اس کے اسالیب و اصناف کو پورے طور پر اپنایا تھا۔ اس دور میں یہی صورت فارسی زبان و ادب کی تھی۔ برصغیر کی کوئی زبان اتنی ترقی یافتہ نہیں تھی کہ ایک نئی ابھرتی ہوئی زبان اس سے استفادہ کر سکے۔

(تاریخ ادب اردو جلد دوم ، مصنفہ ڈاکٹر جمیل جالبی،
مجلس ترقی ادب، لاہور1982ء 354ص)

سب سے پہلے ایہام گوئی کو ترک کر کے ذہنی اور قلبی کیفیات کو مجاز اور حقیقت کے روپ میں ادا کر کے صحت مند رویوں کی پرورش کرنے کا سہرا حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے سر جاتا ہے کہ جنہوں نے نہ صرف یہ کہ اس تحریک کی بنیاد رکھی بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی اس بات پر اکسایا کہ وہ اس صحت مند اسلوب کی پیروی کریں۔ آپ نے طرز سخن کو سنوارنے کے لیے فارسی زبان کے کم و بیش پانچ سو شعراء کے ایسے کلام کا انتخاب کیا جس میں قلبی کیفیات اور عشقیہ جذبات کا اظہار حقیقت بیانی اور سادہ گوئی کی بنیاد پر کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر انور سدید میرزا مظہر جان جاناں کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اصلاح زبان کی تحریک میں میرزا مظہر جان جاناں کو اولیت حاصل ہے۔ انہوں نے فارسی اور اردو زبان کو ایک ہی تار سے بننے کی کوشش کی اور اصلاح زبان کو مذہبی اور سیاسی فریضہ سمجھ کر انجام دیا۔

(اردو ادب کی تحریکیں، مصنفہ ڈاکٹر انور سدید،
انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، اشاعت ششم، 2007ء ، ص203)

میرزا جان جاناں کی خدمات کا اعتراف اپنی جگہ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ آج آپ کا بہت تھوڑا کلام دستیاب ہے کہ جو گنتی کے چند اردو اشعار پر مبنی ہے۔ ترک ایہام میں جس مرد میدان کو درحقیقت رفعت اور سربلندی حاصل ہوئی وہ شیخ ظہور الدین حاتم ہیں۔ حاتم اپنے دور کے مقبول اساتذہ میں گردانے جاتے تھے۔ شاگردوں کی طویل فہرست میں مرزا رفیع سودا جیسے عظیم المرتبت قادر الکلام شاعر کا نام بھی شامل ہے۔ زمانہ کی رو میں ابتداءً آپ نے بھی ایہام پر ہی طبع آزمائی کی لیکن بعدازاں اس کام سے ایسے بد دل ہوئے کہ آج صاف گوئی کی اصطلاح کے موجد کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

ان دنوں سب کو ہوا ہے صاف گوئی کا تلاش
نام کو چرچا نہیں حاتم کہیں ایہام کا

ڈاکٹر سلیم اختر ،حاتم کے عہد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حاتم کو معاصرین کے مقابلہ میں کہیں پہلے، اصلاح زبان کی ضرورت اور اہمیت اور ایہام کے نقصانات کا احساس ہو گیا تھا۔ 1140ھ سے قبل پہلا دیوان اور 1160ھ میں دوسرا دیوان مکمل کیا۔ 57سال کی پختہ عمر میں بہت کہہ چکنے کے بعد انہوں نے اردو شاعری کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا واحد کام کیا جس کی نظیر صرف غالب کے ہاں ملتی ہے یعنی اپنے کلام میں سے کمزور اشعار خارج کر کے منتخب اشعار پر مبنی انتخاب مرتب کیا۔ بقول ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار: حاتم نے 1168ھ (عہد عزیزالدین عالمگیر ثانی) میں دیوان زادہ کی ترتیب کا بیڑا اٹھایا۔ دیوان قدیم سے غزلیات کا انتخاب کیا۔ زبان و بیان میں بہت سی تبدیلیاں کیں اور مذاق جدید کی غزلیات کو اس میں شامل کر کے نومرتبہ مجموعہ کا نام دیوان زادہ رکھا۔ خود شاہ حاتم نے بھی دیوان زادہ کا دیباچہ لکھ کر ان رجحانات اور تغیرات کے بارہ میں اپنا نقطہ نظر واضح کر دیا ہے۔ تنقیدی، تحقیقی، لسانی اعتبار سے یہ نثری دیباچہ بھی حاتم کی تصنیفات میں بہت اہم ہے۔ دیوان زادہ کی تدوین 1169ھ میں مکمل ہوئی۔ حاتم نے خود بھی ایہام ترک کیا اور شاگردوں کو بھی باز رکھا۔ یوں معاصر شاعرانہ رویہ میں تبدیلی لانے کا باعث بنے۔

(اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ، مصنفہ ڈاکٹر سلیم اختر،
سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 2008ء ، ص 153)

ناسخ کے دور میں اصلاح زبان کا پس منظر

ایہام گوئی کے نقصانات اپنی جگہ مگر اس رجحان کے باعث الفاظ کے نئے مفاہیم پیدا کرنے اور لفظوں کو اچھی طرح ٹٹولنے کا عمل ضرور پروان چڑھا۔ مزید یہ کہ اس دلچسپ صنعت کے باعث لوگوں میں فارسی کے بالمقابل اردو شاعری کا ذوق فروغ پانے لگا۔ دہلی میں اصلاح زبان کی ہونے والی تمام تحریکیں درحقیقت دکن کے اس اسلوب کے خلاف رد عمل کے طور پر تھیں کہ جو ولیؔ کے ذریعہ دہلی آیا تھا۔

جب دہلی کے حالات دگرگوں ہوئے تو میر، سودا، میر اثر اور میر حسن جیسے نامی گرامی ماہرین فن دہلی کو خیرآباد کہہ کر لکھنؤ چلے آئے۔ یہ شعراء کا وہ گروہ ہے جو مزاجاً دہلی کا تھا اور مجبوراً لکھنؤ میں آباد ہوا۔ یہ تمام مستند شعراء تھے لیکن لکھنؤ میں سرکاری سرپرستی سے ہمیشہ محروم رہے۔ پھر لکھنؤ میں اودھ کی زبان کا لہجہ شامل تھاجبکہ دہلی میں میرٹھی اور مقامی زبانوں کا اثر تھا۔ان تمام باتوں کا اثر یہ ہوا کہ لکھنؤ کے شعراء میں دہلویت کے خلاف ایک تحریک نے جنم لیا اور ناسخ اس تحریک کے مرکزی کردار ٹھہرے۔ اسی طرح اس زمانہ میں ایک نئی طرز سخن ریختی نے بھی راہ پالی تھی۔ ریختی لکھنؤ کے مصنوعی معاشرہ کی مقبول لیکن غزل کی مبتذل صنف سخن تھی کہ جس میں عورتوں کی زبان میں محاورے، اشارے کنائے اور بیشتر جنس کے متعلق فحش اشعار کہے جاتے تھے۔ گو کہ ناسخ خود بھی اس صنف میں مشاق تھے لیکن بعد ازاں آپ ان شعراء میں شامل ہوئے کہ جنہو ں نے اس صنف سے بے اعتنائی اختیار کی۔ ڈاکٹر انور سدید ریختی کے ذیل میں کہتے ہیں:

یہ ایسی شاعری تھی جس میں لکھنوی معاشرہ کا سارا ابتذال سمٹ کر سما گیا تھا۔ چنانچہ عورتوں کے احساسات اور جذبات کو پیش کرنے کی بجائے رقیق اور سوقیانہ اظہار سے جنسی جذبات کو برانگیختہ کیا جانے لگا۔ رنگین اور انشاء نے اس صنف سے حکمرانوں اور رئیسوں کے سفلہ جذبات کی تسکین کی۔ لیکن میر، سودا، آتش، اور ناسخ جیسے شعراء نے اس صنف سے بے اعتنائی اختیار کی۔ چنانچہ اب یہ صنف سعادت یار خان رنگین اور جان صاحب کی ادنیٰ خیالی کی یادگار ہے۔

(اردو ادب کی مختصر تاریخ، مصنفہ ڈاکٹر انور سدید،
عزیز بکڈپو، لاہور، طبع پنجم، 2006ء ، ص 184)

اصلاح زبان میں ناسخ کا کردار

اصلاح زبان کی کوششوں میں ناسخ کو غیر معمولی مقام حاصل ہے اور اپنے اس کارنامہ کے باعث ناسخ کا نام اردو ادب میں ہمیشہ باقی رہے گا۔ لکھنؤ کا دبستان شاعری میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے صاحب جلوہ خضر کے حوالہ سے ایک طویل فہرست ایسے الفاظ کی شائع کی ہے کہ جو ناسخ کی اصلاح کی بدولت آج اردو زبان میں رائج ہے۔ مثلاً:

لفظ وقت سودا۔میر،تبدیلی وقت ناسخ،پھرے ہے ،پھرتا ہے،رنگ جھمکے ہے ،رنگ جھلکتا ہے،آگو ،آگے،کرے ہے ،کرتا ہے،راہ گھیروں ،راہ روکوں،کسو ،کسی،بدلہ کرنا ،بدلہ لینا،ان نے،اس نے،جگ ،دنیا،ٹک ،ذرا

اس جیسے بیشمار الفاظ ایسے ہیں جو مصحفی، انشاء، میر حسن و دیگر کے وقت میں کسی اور صورت میں رائج تھے۔ مگر ناسخ نے ان کو تبدیل کر ڈالا۔ ناسخ سے قبل شعراء کے کلام میں ضرورت اور وزن کے خیال سے الفاظ کو تبدیل کرنا روا رکھا جاتا رہا مخفف کو مشدد اور مشدد کو مخفف استعمال کیا جاتا رہا۔ لفظ ثقیل اور غیر ثقیل دونوں کا استعمال قائم رہا۔ متروک الفاظ کا استعمال حتیٰ کہ خود متروک قرار دیئے گئے الفاظ تک کو شعراء ضرورت پڑنے پر استعمال کرتے رہے۔ ابواللیث صدیقی کہتے ہیں:

غرض ان اصحاب (ناسخ کے پیش رو۔ ناقل) نے نہ کوئی اصول وضع کئے اور نہ اس کی پابندی کی ان کے برخلاف ناسخ نے فصاحت کے تین معیار متعین کر دیئے۔ تنافر نہ ہو، غرابت نہ ہو، تعقید نہ ہو۔ اس عام اصول کے بعد ناسخ نے یہ لازمی قرار دیا کہ لغات صحت کے ساتھ استعمال کئے جائیں، غیر زبان کے حروف دبنے نہ پائیں۔ ہندی زبان کے حروف دب سکتے ہیں مگر کم، قافیہ کے اصول سارے برتے جائیں، بندش چست ہو، حشو و زوائد کا دخل نہ ہو، ذم اور ابتذال کا پہلو شعر میں نہ نکلے۔

(لکھنؤ کا دبستان شاعری، مصنفہ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، اردو اکیڈمی، کراچی، طبع ثانی، 1967ء، ص246)

اصلاح زبان کی کوششوں کے ذیل میں آج ہم ناسخ کی سعی کا درست رنگ میں ادراک حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ اس بارہ میں ناسخ کی کوئی کتاب موجود نہیں اور نہ ہی ناسخ نے حاتم کی طرح کسی دیوان کے دیباچہ یا مقدمہ ہی میں اپنی ان شعوری کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ اصلاح زبان کے باب میں ناسخ کے کردار کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ ناسخ آسمان لکھنؤ پر بدر منیر کی سی حیثیت رکھتے تھے کہ جس کے اردگرد باصلاحیت شاگردوں کا جھرمٹ لگا رہتا تھا۔ پس آپ کی اصلاحات کے اثرات نہایت سرعت کے ساتھ رونما ہوئے۔ پھر دہلی کی قدیم روایات کے بالمقابل اہل لکھنؤ اپنی تخلیقی کاوشوں اور فکر و فن کی سرگرمیوں میں کسی صورت دبنے کو تیار نہ تھے۔ چنانچہ ناسخ جیسا زرخیر دماغ سرزمین لکھنؤ کے لیے کسی بھی طرح نعمت سے کم نہ تھا۔ ڈاکٹر انور سدید ناسخ کے ان کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ناسخ نے اردو کی صرف اور نحو کو درست کیا۔ روزمرہ اور محاورات کی چھان پھٹک کی اور اس کے قاعدے مقرر کئے۔ تمام مستعمل الفاظ کی تذکیر و تأنیث کے اصول تراشے، افعال اور مصادر میں اہم تبدیلیاں کیں۔ عروض و قافیہ کے لحاظ سے وزن اور شعر کی درستگی پر زور دیا۔ ناسخ کے یہ سب اصول حکم اور ضابطہ کی حیثیت رکھتے تھے اور ان سے انحراف کی اجازت نہیں تھی۔ چنانچہ لکھنؤ میں ناسخ کی زبان کسوٹی بن گئی۔ ناسخ نے ریختہ کو اردو زبان کا نام دیا اور محاورہ دہلی کے مقابلہ میں محاورہ لکھنؤ وضع کیا۔ پہلے غزل کو بھی ریختہ کہا جاتا تھا لیکن ناسخ نے صنف غزل کے لیے ریختہ کو متروک قرار دے دیا۔

ناسخ کی اصلاحی تحریک کا ایک اخلاقی پہلو بھی ہے۔ قدما کے ہاں ہجو میں فحش نگاری اور بدزبانی کا رجحان عام تھا اس قبیح روش نے آہستہ آہستہ غزل میں بھی راہ پالی۔ ناسخ نے فحش الفاظ کو غزل میں ممنوع قرار دیا۔ اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ شعراء غزل کے ایک اہم موضوع، عشق سے شعوری انحراف برتنے لگے اور یوں زندگی کے دوسرے موضوعات کو بھی غزل میں راہ مل گئی۔ ناسخ کی ضابطہ پسندی کو بالعموم قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ تاہم غزل کے موضوعات کو وسعت دینے کا اقدام ایسا ہے جس کی تحسین ضروری ہے۔

(اردو ادب کی تحریکیں، مصنفہ ڈاکٹر انور سدید، انجمن ترقی اردو پاکستان،اشاعت ششم،2007ء ،ص 214)

بہرحال ناسخ کی اصلاحی سرگرمیوں کی وجہ خواہ کچھ بھی رہی ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس باب میں ناسخ کے کردار کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں تک زبان میں متروکات کے عمل کا تعلق ہے تو جس طرح نشوونما کی ایک خاص سیڑھی پر یہ عمل شروع ہوتا ہے اسی طرح جب زبان پیچیدہ تخلیقی مضامین و مفاہیم کو ادا کرنے کی بھرپور صلاحیت پیدا کر لیتی ہے تو پھر یہ عمل بالآخر رک جانا چاہئے کیونکہ زندہ زبان کو قواعد کے نام پر پابندسلاسل کر دینا کسی صورت بھی انصاف پسندی نہیں کہلا سکتی۔ پس اس مرحلہ پر پہنچ کر الفاظ کو متروک کرنے کا سبب اس کے علاوہ کچھ نہیں رہتا کہ بعض الفاظ عوام کو ثقیل محسوس ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ادب کے مطالعہ سے دوری زبان میں موجود خوبصورت اور شیریں الفاظ سے اجنبیت پیدا کر دیتی ہے۔

****

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے حجرِ اسود کے متعلق سوالات کے جواب

سوال:رسول کریم ﷺ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ اس کی وجہ پوچھنی ہے؟

جواب:۔ اس لئے کہ اللہ نے آپ کو یہ تعلیم دی ۔ کسی چیز کی محبت اور تقدس ذاتی تو ہوتا ہی کچھ نہیں ۔اصل محبت اللہ کی تھی ناں تو اللہ نے تعلیم دی کہ بوسہ دوتو آپ نے دےدیا۔ اطاعت ہی میں اصل کمال ہے۔ وہ کیوں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کی وضاحت جہاں تک میرا علم ہے کوئی موجود نہیں ہے۔100 فیصدی قطعی وضاحت کہ کیا واقعہ ہوا ہوگا لیکن بعض باتوں سے ہم نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔مثلاً

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا

پہلا گھر جو انسانوں کے لئے بنایا گیا خدا کی عبادت کی خاطر وہ مکہ تھا۔ تو پہلے گھر میں کوئی پتھروتھر استعمال ہوا ہو گا ناں۔ پھر وہ مٹ گیا۔ پھر وہ دوبارہ آباد ہوتا رہا پھر کھنڈروں میں تبدیل ہوتا رہا۔ مگر حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے بھی کھنڈر سے ہی تلاش کیا تھا۔ تو کوئی

بنیادیں موجود رہی ہیں آخر تک ۔بعید نہیں کہ یہ وہ پہلا پتھر ہو جو خانہ کعبہ کی تعمیر میں استعمال ہوا ہو۔ گھستے گھستے چھوٹار ہتے رہتے آخر وہ یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ تو چونکہ اس کو ایک عظمت حاصل ہوگئی تاریخی ۔ پہلا پتھر جو خدا کی عبادت کے لئے استعمال ہوا اس لئے پیار کے لائق بن گیا ۔یعنی یہ میں امکان بتارہا ہوں ۔ امکان ہے اس بات کا لیکن قطعی طور پر ہمیں سند سے یہ معلوم نہیں ہے۔

سوال: حضرت عمرؓ سے حدیث مروی ہے کہ وہ جنت کا پتھر ہے۔

جواب :۔ جنت ہوتا ہی شریعت کا نام ہے۔ اس دنیا میں جنت خدا کی شریعت کے تابع رہناہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اللہ کے بندو! لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اے بنی نوع انسان! تمہیں بھی شیطان اسی طرح فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح تم سے پہلے فتنے میں ڈال کے جنت سے نکالا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی ہمارے لئے خطرہ ہے کہ ہم اس جنت سے دوبارہ نکل جائیں اور دوبارہ پھسل جائیں۔ وہ کون سی جنت ہے اگر وہ جنت یہاں ہے ہی نہیں تو ہم نکل کس طرح سکتے ہیں اور فتنے میں کس طرح شیطان ڈال سکتا ہے۔ میں یہ بتارہا ہوں اس آیت سے قطعی طور پر اس جنت کی حقیقت معلوم ہوگئی جس سے آدم کونکالا گیا تھا۔ وہ جنت آج بھی اسی طرح موجود ہے اور آج بھی شیطان ورغلا کر بنی نوع انسان کو اس جنت سے نکال سکتا ہے۔ اگر وہ جنت ہے جو مولوی کے دین کی جنت ہے کسی اور جگہ سے گرا تھا آدم؟ تو وہاں تو آپ ہے ہی نہیں پھر قرآن کریم کی اس آیت کا کیا مطلب کہ دوبارہ نہ دھوکے میں پڑ جانا۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ جنت ہے اور ہے کیا وہ ؟شریعت کے احکام اور نواحی اور جو تفصیل ہے جنت سے نکلنے کی اس میں بھی یہی ذکر ہوتا ہے کہ غفلت ہوگئی حضرت آدمؑ سے اطاعت میں ۔ اگر چہ اس میں ارادہ نہیں تھا۔

لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا

غفلت ہوئی لیکن عزم نہیں تھا ۔ اس میں کوتاہی ہوگئی اور گناہ بنتا ہے عزم کے نتیجہ میں ۔ خطابنتی ہے بغیر عزم کے جب بات ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے بھی تفصیل بیان فرما دی۔تو جنت سے نکلنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے کسی رنگ میں نکل جانا ارادۃً یا غیر ارادی طور پر ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

(مجلس سوال و جواب منعقدہ 25نومبر 1982ء)

****

انجینئر محمود مجیب اصغر

جامعہ مسجد قرطبہ اور مسجد بشارت پیدروآباد

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت اور معرفت حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا اور ساری زمین کو انسان کے لئے ہموار اور ساری زمین کو مسجد بنا دیا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے کے راستے بنا دیئے اور برّی، بحری اور ہوائی سواری کی سہولت فراہم کر دی تاکہ اس کی زمین میں چل پھر کر انسان عجائب قدرت سے لطف اندوز ہو اور اللہ کے رزق میں سے کھائے، جذبات تشکر پیدا کرے اور خطہ ارض پر جہاں جہاں وہ جاسکتا ہے عبادت کرے۔ علم و معرفت اور تقویٰ میں ترقی کرے بنی نوع کو فیضیاب کرے اور اس زندگی کا سفر ختم کر کے خدا کے حضور حاضر ہو کر حساب کتاب دے اور جزا یا سزا پائے۔

اندلس (مسلم سپین)

اندلس (مسلم سپین) یورپ میں موجود ایک مسلم ریاست تھی جو ہسپانیہ، پرتگال اور جدید فرانس پر مشتمل تھی۔اندلس کی فتح کا سہرا بربر قوم کے ایک بہادر جرنیل طارق بن زیاد کے سر پر ہے جس نے شمالی افریقہ اور جنوب مغربی یورپ کے درمیان ایک آبنائے کو کشتیوں کے ذریعے عبور کیا سپین کے ساحل پر اتر کر ساری کشتیاں جلا دیں تاکہ واپس جانے کا خیال ہی سپاہیوں کے دلوں میں نہ آئے اور 2 سال کے قلیل عرصے میں اس کے ہاتھوں اندلس یا آئیبیرین آئی لینڈ فتح ہوگیا جس پہاڑ پر وہ اپنی فوج کو لے کر اترا تھا اس کا نام جبل الطارق ہے جس کو یورپGibraltar کہتا اورلکھتا ہے

اندلس یا مسلم سپین کی تاریخ بڑی دلچسپ اور عظیم ہے۔جلد ہی اس کا دارالحکومت قرطبہ دنیا کا سب سے بڑا اور خوبصورت شہر اورعلوم و فنون کا ایک عظیم مرکز بن گیا۔ جہاں سے یورپ نے علم کی شمع روشن کی۔پنڈت جواہر لال نہرو’’تاریخ عالم پر ایک نظر‘‘میں لکھتا ہے:

اس میں شک نہیں کہ بغداد ان تمام علمی تحریکوں کا بہت بڑا مرکز تھا دوسرا مرکز قرطبہ تھا جو مغرب میں عربی سپین کا دارالسلطنت تھا۔

پہلے احمدی مسلم نوبیل انعام یافتہ سائنسدان پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام نے بھی اپنے لیکچرز اور مضامین میں مسلم سپین کے نامور سائنسدانوں اور علوم کا ذکر کیا ہے اور کس طرح یورپ جو اس وقت تاریک براعظم تھا سپین کے سائنسدانوں اور اسلامی درس گاہوں سے علوم سیکھ کر فیضیاب ہوا اور ترقی کی منازل طے کیں مسلمانوں نے تقریباً 800 سال ان علاقوں پر حکومت کی اور بڑی شاندار عمارتیں اور محلات اور مساجد اور لائبریریاں اور ہسپتال تعمیر کئے اور باغات اور پھل دار درخت لگائے اور ہر ایک قسم کے علوم وفنون کے ماہر پیدا کئے جس کی نظیر نہیں ملتی۔اس کے بعد مسلم سپین مسلمانوں کی اپنی ہی غلطیوں کے نتیجے میں ان کے ہاتھوں سے نکل گیااوراس پر عیسائی قابض ہوگئے انہوں نے مسجدوں کو چرچ میں تبدیل کر دیا ۔ مسلم اور عرب کلچر کو نیست و نابود کردیا۔

اب ان یادگار عمارتوں کو یونیسکو نے علمی ورثہ کے طور پر رجسٹر کر لیا ہے۔2016ء میں سویڈن کے لئے میں نے اہلیہ سمیت Shangen Visa حاصل کیا سویڈن میں میرا چھوٹا بیٹا رہتا ہے۔ عید الفطر سٹاک ہوم میں گزارنے کے بعد ہم میاں بیوی اپنے بیٹے کے ساتھ سپین کے سفر پر روانہ ہوئےاور ملاگا ائر پورٹ پر اترے اور وہاں سے موٹر کار ہائر کر کے دعائیں کرتے ہوئے نصف شب پیدروآباد مسجد بشارت پہنچے جہاں گیسٹ ہاؤس کی ہم نے اجازت لی ہوئی تھی۔ہم صرف تین مقامات دیکھ سکے کیونکہ آنے جانے کے سفر سمیت ہمارے پاس صرف تین دن تھے ان کا مختصر ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

مسجد بشارت پیدروآباد (قرطبہ)

چودھویں صدی ہجری کے آخر پر اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو قرطبہ کے قریب پیدروآباد میں ناممکن حالات میں اپنے خاص فضل سے مسجد بنانے کی توفیق دی جہاں سے مسلمانوں کو نکالا گیا تھا وہاں

مسجد تو دور کی بات قرطبہ کی جامع مسجد (Grand Mosque) میں جس کو کیتھیڈرل میں تبدیل کر دیا گیا ہے کسی سیاح کو دو نفل پڑھنے کی بھی اجازت نہ تھی اور سختی سے نگرانی کی جاتی تھی اور اب بھی اجازت نہیں ہے۔

اس ملک میں مذہبی آزادی کا اعلان اور جماعت احمدیہ کا قرطبہ سے صرف 35 کلومیٹر دور مسجد کے لئے جگہ لے لینا اور مسجد تعمیر کرنا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

اس کے پس پردہ حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دعائیں ہیں جن کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم معجزہ دکھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1970ء میں سپین کا دورہ کیا تھا اور دورے کے دوران ساری ساری رات مسلمانوں کے شاندار ماضی اور زوال کا تصور کرکے دعا میں گزاری کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ذریعے اس کا ازالہ فرمائے اور مسجد بنانے کے سامان پیدا فرمائے ۔ چنانچہ اسی رات اللہ تعالیٰ نے جوکہ مجیب الدعوات ہے آپ کو سورۃ3،4 الہام کر کے بشارت دی کہ دعا قبول ہو گئی ہے آسانوں پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی اس منصوبے کی تکمیل میں کچھ وقت لگے گا۔

چنانچہ 10 سال بعد ملک کا قانون بدلا اور مذہبی آزادی ملی۔جماعت احمدیہ نے وقت ضائع کئے بغیر فوراً قرطبہ کے قریب پیدروآباد میں مسجد کے لئے جگہ لے لی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے ابراہیمی دعاؤں کے ساتھ مسجد کا 9،اکتوبر 1980ءکو سنگ بنیاد رکھ دیا اور اس سر زمین پر باجماعت نماز پڑھائی۔ کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ عمر کے مقامی لوگوں مرد و زن سے بھی بنیاد میں اینٹیں رکھوائیں گئیں ۔

یہ دن خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور ساری جماعت کے لئے بہت بڑی خوشی کا دن تھا آپ کا ماٹو ’’Love for all, Hatred for none‘‘وہیں کی یاد گار ہے۔

طارق بن زیاد کی آپ بیتی

اس موقع پر میں نے مرکز کی اجازت سے بچوں کے لئے طارق بن زیاد فاتح سپین پر کتاب لکھی جو خلافت رابعہ کے شروع میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے شائع کی جس کا اعلان حضورؒ نے جلسہ سالانہ 1983ء پر فرمایا تھا۔

مسجد بشارت کا افتتاح

10 ستمبر 1982ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس مسجد کا افتتاح کرنا تھا آپ اپنے اور قافلے کے ویزے لگوانے ربوہ سے مئی 1982ء میں اسلام آباد تشریف لے گئے۔ 25 مئی عشاء کی نماز پڑھاتے ہوئے آپ کو Heart Attack ہوا اور 9 جون 1982ء کو اسلام آباد گیسٹ ہاؤس (بیت الفضل، ہاؤس نمبر 1، سٹریٹ 69، سیکٹر F8/3 اسلام آباد) میں فجر سے پہلے آپ کی وفات ہوگئی۔

10 جون 1982ء کو ربوہ مسجد مبارک میں حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا انتخاب ہوا اور اسی پروگرام کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 10 ستمبر 1982ء کو بڑے جذباتی رنگ میں مسجد بشارت سپین کا افتتاح فرما دیا۔

آپ نے خطبہ جمعہ میں یہ فرمایا کہ اس موقع پر مجھے ایک شخص کی یاد ستا رہی ہے جو اس مسجد کا افتتاح کرنے کا زیادہ حقدار تھا۔ جن کی دعاؤں سے یہ مسجد بنی یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تو آپ کے رقت بھرے الفاظ سن کر ساری جماعت تڑپ اٹھی کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو غم سے نڈھال ہو کر اشکبار نہ ہوئی ہو یہ عجیب جذباتی لمحات تھے۔

مسجد بشارت کے افتتاح کی خبریں تصاویر سمیت عرب دنیا کے ٹی وی چینلز پر بھی نشر ہوئیں۔ اس پس منظر میں میرے دل میں دیرینہ تڑپ تھی کہ مسجد بشارت سپین جا کر دیکھوں اور میں بھی وہاں خدا کے حضور سربسجود ہوکر اپنے جذبات کا اظہار کروں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے 2016ء میں اس خواہش کو پورا فرما دیا۔الحمدللہ وہاں پہنچتے ہی اس مسجد میں نوافل پڑھنے اور چند نمازیں باجماعت پڑھنے کی توفیق بھی ملی جس سے دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہو گیا۔

مسجد بشارت کا آرکیٹیکچر مغل سٹائل کا ہے اور اب تو extend ہوکر وہاں بڑا کمپلیکس بن گیا ہے جب ہم وہاں گئے تو گیسٹ ہاؤس وغیرہ کی توسیع ہو رہی تھی حضرت خلیفۃ المسیح کی رہائش بن چکی تھی۔ سارے احاطہ میں پھل دار درخت لگائے جا رہے تھے مراکش کے ایک دو نئے احمدی مسلمان آئے ہوئے تھے جنہوں نے ایم ٹی اے دیکھ کر احمدیت قبول کی تھی۔

جامعہ مسجد قرطبہ

اگلے دن ہم ناشتہ کرکے قرطبہ کی مسجد دیکھنے چلے گئے۔ مسجد اب کیتھیڈرل میں تبدیل ہو چکی ہے لیکن اس کے مسجد والے سارے نقوش موجود ہیں ۔یہ عالم اسلام کی دوسری بڑی مسجد تھی ہم نے کوشش کی کہ وہاں دونفل ہی پڑھ لیں۔ انتظامیہ سے پوچھا انہوں نے بتایا اس کی سختی سے ممانعت ہے۔ اس کی اجازت نہیں بلکہ اندر ہال میں بنچ پر بیٹھ کر جب اشارے سے ہی نماز پڑھنے کی کوشش کی تو وہاں بھی روک دیئے گئے۔

بہر حال سورۃ کہف کے پہلے اور آخری رکوع میں سے جتنا کچھ یاد تھا دل میں پڑھتے رہے اور درود شریف کا بہت ورد کیا۔مولانا الطاف حسین حالی نے اس کرب کا اپنے اشعار میں اس طرح ذکر کیا ہے۔

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے
مساجد کے محراب و در جا کےدیکھے
جلال ان کا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اس مسجد کی روح فرسانی کہانی بلڈنگ سے باہر ایک plaque پر کچھ اس طرح ہے۔

مزار مولانا کرم الٰہی ظفر

مولانا کرم الٰہی ظفر مبلغ انچاج سپین کی وہاں بہت لمبی، دیرینہ اور مخلصانہ خدمات ہیں۔مسجد بشارت کے سنگ بنیاد اور افتتاح کی تقریب میں آپ شامل تھے آپ کی بے لوث اور قابل رشک خدمات کا ذکر آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا۔آپ کی وفات سپین میں ہی ہوئی تھی جہاں جماعت کا علیحدہ کوئی قبرستان نہیں اس لئے سرکاری قبرستان میں وہاں کے طریق کے مطابق اوپر نیچے boxes کی شکل میں ایک باکس آپ کی آخری آرام گاہ لکھا ہوا ہے۔

تابوتوں کے boxes ایک دیوار کی شکل میں اوپر نیچے ہیں ہماری درخواست پر امیر صاحب (عبدالرزاق صاحب) نے مربی سلسلہ کو کہا کہ وہ ہمیں آپ کا مزار دکھائیں چنانچہ ان کے ساتھ جا کر ان کے مزار پر دعا کی توفیق پائی۔

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

اشبیلیہ (Seville)

پہلے یہ صوبہ قرطبہ کا صدر مقام تھا جب مسلمانوں نے اسے فتح کیا تو اندلس کا اسے دارالحکومت قرار دیا تاہم جب عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام نے اندلس میں خود مختار حکومت قائم کی تو دارالحکومت قربطہ شفٹ کرلیا۔ مسلم سپین میں بنو امیہ کے حکمرانوں کے بعد بعض اور خاندانوں نے بھی حکومت کی۔موحدوں نے جب حکومت سنبھالی توانہوں نے اشبیلیہ میں ایک شاندار مسجدتعمیر کی اور اذان کے لئے 320 فٹ اونچا مینار تعمیر کیا اور اس پر چڑھنے کے لئے چار ڈھلوانیں بنوائیں مؤذن گھوڑا دوڑا کر ڈھلوان کے ذریعے مینار پر چڑھتا اور اذان دیتا میں نے یہ پڑھا ہوا تھا چنانچہ اس مسجد تک تو ہم پہنچ گئے جو اب چرچ بنا دیا گیا ہے اور دور سے ہی مینار کی ڈھلوان کو دیکھ سکے۔

یہاں یہ ذکر بھی معلومات میں اضافے کا باعث ہو گا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسلم سپین کے زمانے کی جو شاندار آرکیٹکچرل بلڈنگز دیکھیں جیسے قرطبہ کی شاندار مسجد، الحمراء محل وغیرہ اسی بناء پر آپ نے خواہش فرمائی کہ احمدی انجینئر اور آرکیٹیکٹ بھی اس قسم کی skill پیدا کریں اور امانت و دیانت کا اعلیٰ اقدار پیدا کریں چنانچہ آپ نے اکتوبر 1980ء میں پاکستان واپسی پر اسی ماہ احمدی انجینئرز کی ایسوسی ایشن کا قیام فرمایاحضرت مرزاطاہراحمدؒ کو نگران patron مقرر کیا اور مجلس عاملہ تجویز کرکے منظوری عطافرمائی اور constitution لائحہ عمل بنوا کر اسے منظور فرمایا۔

****

ڈاکٹر نذیر احمد مظہر۔کینیڈا

سُستی پیدا ہونے کے اسباب اور طریقہ علاج

یوں تو ہمارے ہاں سستی، غفلت، کسل مندی، سہل پسندی، تن آسانی، آرام طلبی، بے توجہی، بے حسی، لاپر واہی، سہل انگاری، بے رغبتی اور ان جیسے ملتے جلتے معانی رکھنے والے دیگر کئی الفاظ عام مروج و مستعمل ہیں۔ مگر سب سے زیادہ استعمال ہونے والا لفظ ''سستی''ہے۔ ذیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ سستی کیا ہے ،اس کے محرکات واسباب کیا ہیں ، اس کا انجام کیا ہے اور اس سے نجات کے کیا طریق ہیں؟

سستی کیا ہے؟

سادہ لفظوں میں کسی فریضہ کو بر وقت اور صحیح رنگ میں انجام نہ دینا سستی کہلاتا ہے۔ طبیعت کا بوجھل پن اور کام کاج کو جی نہ چاہنا بھی سستی کہلاتا ہے۔ اسی طرح کاموں کو بار بار معرض التواء میں ڈالنا ''اچھا کر لیتے ہیں'' کی جھوٹی تسلیاں خود کو اور دوسروں کو دینا یہ سب سستی کا حصّہ ہے۔ سستی ایسی بری بلا ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے بھی اس سے پناہ طلب کی ہے۔

سستی کی ظاہری علامات

سستی کی حالت میں دماغ و اعصاب سوئے سوئے اور تھکے تھکے رہتے ہیں۔ کام میں حالتِ معمول کی وہ دلچسپی، سبک رفتاری ،لگن شوق، امنگ، ولولہ نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ کام کی رفتار، استعداد کار دونوں متاثر ہوتی ہیں ۔

سستی کی اقسام

سستی کی دو بڑی اقسام ہیں :۔

1۔ دنیاوی امور میں سستی

2۔ دینی امور میں سستی

دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ دنیوی امور میں سست ہوتے ہیں اور بعض لوگ دینی امور میں اور پھر بعض دونوں میں۔ سستی بہر حال نقصان و زیاں کا باعث ہے مگر بالخصوص دینی امور میں سستی لاپرواہی تو بہت ہی بری ہے۔

جیساکہ ہمارے آقاﷺ نے فرمایا:

اگر دین کا معاملہ ہو تو سمجھ کہ گویا تو نے کل مر جانا ہے۔ اگر دنیا کا معاملہ ہو تو سمجھ کہ گویا تو نے ہمیشہ زندہ رہنا ہے۔ گویا دین کو دنیا پر مقدم رکھنے اور آخرت کو یاد رکھنے کاحکم ہے اور جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے ہمارا مشاہدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے دنیوی امور کا خود کار ساز ہوتا ہے اور غیب سے عجیب وغریب سامان پیدا کرتا ہے کہ انسانوں کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا ۔

سستی کے اسباب

سستی کا بہت بڑا سبب اس جذبہ و احساس کا فقدان ہے جو کسی بھی فریضہ کے انجام دینے کا اصل محرک ہوا کرتا ہے۔ جب کسی بھی فرد یا قوم میں یہ احساس بیدار ہوتا ہے تو اس پر ہر قسم کی ترقیات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دار صل اس ظاہر ی انسان کے اندر ایک اور انسان ہے جسے ضمیریا احساس کہتے ہیں ۔جب تک یہ سویا رہے تو بیرونی انسان سویا رہتا ہے۔مگر جب یہ جاگ اٹھے تو انسان جاگ اٹھتا ہے ۔کاہل الوجود لوگوں میں یہی اندرکا انسان سویا ہوا ہوتا ہے۔پس:

1۔نا عاقبت اندیش ،لاپرواہ، آرام طلب لوگوں کی صحبت سستی پیدا کرتی ہے۔

2۔نا جائز و غیر حلال ذرائع سے حاصل ہونے والی کمائی سستی پیدا کرتی ہے۔

3۔جسمانی حس و حرکت نہ کرنے ،ورزش و کسرت سے جی چرانے سے دوران خون کمزور پڑ کر سستی پیدا ہوتی ہے۔

4۔فارغ رہنے کے عادی ہو جانے سے کام کرنے کا جذبہ کمزور پڑکر سستی واقع ہو جاتی ہے۔

5۔خدا سے مدد نہ مانگنا، دین و مذہب سے دوری سستی پیدا کرتی ہے اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔

6۔خوب پیٹ بھر کر کھانا اور پڑے رہنا سستی کا سبب بھی ہے اور نتیجہ بھی۔

7۔ چربیلے (High Fat) کھانے، دیسی گھی، مکھن ، مٹھائی ، دودھ ، لسی ، بالائی خوب کھاناپینا اور فارغ بیٹھے رہنا خوب سستی پیدا کرتے ہیں۔

8۔ مطلوبہ نیند سے کم سونا یا زیادہ سونا سستی پیدا کرتا ہے اور نہایت اہم سبب ہے۔ 9۔ مٹاپا سستی پیدا کرتا ہے۔

10۔ بند کمروں کی غیر صاف ہوا اور گرم مرطوب موسم سستی پیدا کرتے ہیں ۔

11۔ غیر فطری طرزِ زندگی سونے کے اوقات میں جاگنا اور جاگنے کے اوقات میں سونا سستی پیدا کرتا ہے۔

12۔ دیر ہضم کھانے سستی پیدا کرتے ہیں ۔

13۔ قوت ارادی کی کمی اور عزائم کو بار بار توڑنا سستی کا سبب بھی ہے اور نتیجہ بھی۔

14۔ بدنی و اعصابی کمزوری خواہ وہ کسی سبب سے ہو سے سستی لاحق ہوتی ہے۔

15۔ کثرت کار وقلت آرام تھکاوٹ و اعصابی کمزوری سستی پیدا کرتی ہے۔

16۔ افیون، خواب آور ادویات نشہ آور اشیاء سے سستی پیدا ہوتی ہے۔

17۔ غیر متوازن غذا سے جسم میں ضروری اجزاء کی کمی واقع ہو کر ضعف و نقاہت و سستی پیدا ہوتی ہے۔

18۔بلاضرورت باربار محرک اشیاء مثلاً چائے، کافی، کوک کے استعمال

باقی ص 4 پر

غروب آفتاب	طلوع فجر		29 فروری 2020ء
18:24	05:28		مکہ مکرمہ
18:23	05:29		مدینہ منورہ
18:25	05:35	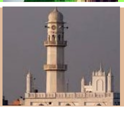	قادیان
18:05	05:15	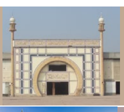	ربوہ
17:43	05:35	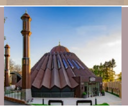	اسلام آباد ٹلفورڈ